بسم الله الرحمن الرحيم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

62: اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے بیان میں سے چند اہم باتیں

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ۔

جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب کا آدھا حصہ تقریباً ہو چکا ہے اور ابھی تک ہم بات کر رہے ہیں توحید اسماء وصفات کے تعلق سے "اللہ تعالیٰ کے پیارے نام اور صفات الکمال کا بیان"؛ اور آج کی نشست میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی آیات سے دلائل پیش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں سے بعض دلائل پیش کیے ہیں، اور شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے مقدمے کے طور پر سنت کے تعلق سے چند اہم باتیں بیان کی ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فصل: في سنة رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے بیان میں سے چند اہم باتیں)۔

سنت کا معنیٰ لغت میں "طریقے" کو کہتے ہیں (طور اور طریقے کو سنت کہا جاتا ہے) اور اسی معنیٰ کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ'': (جیسے متفق علیہ حدیث میں آیا ہے: کہ یقیناً تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے اور طریقے کو اپناؤ گے)۔

اور سَنَن بھی کہا جاتا ہے، سُنَن بھی کہا جاتا ہے (یہ فرق بھی جان لیں): (۱) سُنَن جمع سنت ہے: (طریقے کو راستے کو)۔

(۲) اور سَنَن کلچر (Culture) کو کہتے ہیں: (عادات اور تقالید اور کلچر کو سَنَن کہا جاتا ہے)۔

اور حدیث میں دونوں مراد ہیں: طور اور طریقے، اور اُن کی جو عادات اور تقالید اور کلچر ہیں خاص طور پر یہود و نصاریٰ کے۔

یعنی اگر آپ پوری حدیث دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کی گھور میں بھی گھس جائیں تو تم لوگ بھی اُن کے پیچھے چلتے چلتے گھس جاؤ گے "جُحْرَ ضَبٍّ")۔

جانتے ہیں ضَبّ جسے اردو میں گوہ کہتے ہیں؟ یعنی دیکھیں مثال اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسی پیاری مثال دی ہے، اور آج کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مثال کیسے سچ ثابت ہو رہی ہے، اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں! اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرمان سچ اور حق ہے ہمارا ایمان ہے لیکن بعض چیزیں شاید لوگوں کو عجیب سی لگیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟!

"جُحْرَ": ایک چھوٹے سے گڑھے کو کہتے ہیں، اور کچھ جانور جو زمین کے نیچے رہتے ہیں وہ اپنا گھر ان گھوروں میں بناتے ہیں، اور ضَبّ کا جو یہ گھر ہے یا یہ جو گوہ ہے جس میں وہ رہتا ہے (یا جو گڑھا ہے یہ) اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں، بلکہ تین اس کی عجیب سی خصوصیات ہیں!: (۱) تنگ ہوتا ہے۔ (۲) شدید ظلمت ہوتی ہے، اندھیرا ہوتا ہے۔ (۳) بدبودار ہوتا ہے (سبحان اللہ)۔

یہود و نصاریٰ کے طور طریقے دیکھیں آپ اُن کے طور طریقوں میں آپ کو یہ گندگی نظر آئے گی "ظلمتیں ہیں (تاریکیاں ہیں)، اور اُن کی فحاشی اور بدکاریاں جو ہیں وہ بدبودار ہیں"، اب جو وہاں پر رہتے ہیں اپنی آنکھوں سے وہ دیکھتے ہیں (سبحان اللہ)۔

یعنی بچے کی سالگرہ دیکھ لیں آپ مسلمان بھی سالگرہ مناتے ہیں نا یہ کہاں سے آیا ہے کلچر؟ مسلمانوں کا ہے؟ اگر دیکھا جائے عقلمند سمجھدار لوگ یہ سمجھتے ہیں اچھے طریقے سے بھئی اگر بچے کی ایک سال عمر بڑھی ہے اُس کی زندگی میں سے ایک سال کم ہوا ہے تو جشن منانا چاہیے؟! کیا خیال ہے آپ کی زندگی میں سے ایک کم ہو جاتا ہے آپ خوش ہوں گے یا روئیں گے؟ رونا چاہیے یا خوش ہونا چاہیے افسوس کس بات کا ہونا چاہیے؟ کہ جو غلطیاں ہوئی ہیں اُن کو سدھارا جائے پتہ نہیں موقع ملتا ہے کہ نہیں ملتا ہے۔

اور یقیناً ہماری زندگی جو ہے نا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے آدم کی اولاد میں سے ساًرے کے سارے خطاء کار ہیں ہم سب سے غلطیاں ہوتی ہیں، خطاء غلطی کرنے میں نہیں ہے، قباحت غلطی

کرنے میں نہیں ہے غلطی ہو جاتی ہے بشر ہے غلطی ہو جاتی ہے۔ قباحت کس چیز میں ہے ؟ غلطی کرنے میں اور توبہ کرنے میں ہے۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے بہترین خطاء کار کون ہیں ؟ اچھا سوچیں ذرا کہ خطاء کار میں سے بھی سب سے بہترین ہو سکتے ہیں ؟! بھئی خطاء کار تو گناہ گار خطاء کار ہے غلطی کر چکا ہے گناہ کر چکا ہے اُس میں بہتر لوگ ہوتے ہیں کیا ؟! (سبحان اللہ)۔ کون ہیں ؟ جو توبہ کرنے والے ہیں: "وخيرُ الخطَّائينَ التَّوابونَ"۔

توّاب کسے کہتے ہیں ؟ تائب اور توّاب میں کیا فرق ہے ؟ "تائب" ایک دفعہ توبہ کی ہے، "توّاب" بار بار توبہ کرنے والا ہے۔ جب خطائیں زیادہ ہیں تو توبہ بھی زیادہ ہے، اور سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خطاء کرنے کے بعد توبہ کرتے ہیں۔

الغرض: اور اصطلاح میں سنت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول، فعل اور اقرار، اور بعض علماء وصف بھی بیان کرتے ہیں کہ جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "سنت" یہ حدیث کے مترادف ہے (لفظ سنت حدیث کے مترادف بھی ہے) اصطلاح میں۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان (قول)، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل کہ کوئی صحابی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کرتے دونوں اپنے ہاتھ کندھے تک اٹھائے ہیں یہ کون سی حدیث ہے کون سی سنت ہے ؟ فعلی ہے: صحابی نے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی فعل کو اور اسے بیان کیا ہے۔

"اقرار": اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کسی صحابی کا کوئی قول سنا ہے یا کوئی فعل دیکھا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اسے کہتے ہیں وہ حدیث یا وہ سنت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرار کی بنیاد پر قائم ہے۔

اور "وصف" میں جس حدیث میں یہ آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک کیسا تھا، آنکھیں مبارک کیسی تھیں (کوئی وصف ہو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) اخلاق کیسے تھے اللہ

تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، یہ ساری کی ساری کون سی احادیث ہیں؟ کون سی سنت ہے یہ؟ وصف کے اعتبار یا وصف کی بنیاد پر سنت۔

یہ جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول فعل یا اقرار ہے، یا سنت کا جب یہ معنی ہے یہ واجب اور مستحب کو مشتمل ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں، کیونکہ حکم ہو گا (قول میں حکم ہے) اور حکم یا تو واجب کے لیے ہوتا ہے یا وجوب کے لیے، یا استحباب کے لیے۔

اور سنت کے تعلق سے جو اگلی اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ سنت جو ہے مصادر التشریع میں سے دوسرا مصدر ہے (یعنی جو سورس (Source) ہے جو اساس ہے جو بنیاد ہے شریعت کی سنت دوسری اساس ہے) اور دوسرے سے مراد شیخ صاحب یہ فرماتے ہیں: نمبر کے اعتبار سے ہے ترتیب کے اعتبار سے نہیں ہے۔

کیا مطلب ہے؟ بھئی نمبر کے اعتبار سے جو پہلا مصدر ہے شریعت کا وہ ہے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا پاک کلام۔ جب پہلا کہا پھر دو پہلے تو نہیں ہو سکتے نا پھر دوسرا دوسرا ہونا چاہیے نا نمبر کے اعتبار سے؟

دوسرا مصدر کیا ہے شریعت کا؟ سنت رسول علیہ الصلاۃ والسلام۔

تو نمبر کے اعتبار سے دوسرا ہے ترتیب کے اعتبار سے دوسرا نہیں ہے کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے: کہ جو منزلت ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی جب بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہو جائے تو اس کی منزلت قرآن مجید کے برابر کی ہے (حیثیت قرآن مجید کے برابر کی ہے)، لیکن فرق یہ ہے کہ قرآن مجید کے تعلق سے جب کوئی شخص اس میں سے کوئی مسئلہ نکالنا چاہتا ہے یا دیکھنا چاہتا ہے، یا اسے حجت کے طور پر بیان کرنا چاہتا ہے، تو اسے ایک چیز کو دیکھنا پڑے گا صرف اور وہ ہے کہ کیا یہ جو آیت ہے یہ اس حکم کے مطابق ہے کہ نہیں ہے، اس پر دلالت کرتی ہے کہ نہیں کرتی "صحة الدلالة على الحكم" اسے کہتے ہیں۔

نماز کا کیا حکم ہے؟ فرض ہے۔ دلیل ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (البقرۃ: 43)۔ کیا اس آیت ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ میں نماز کی فرضیت پر دلالت ہے کہ نہیں؟ ہے۔ کہاں پر دلالت ہے؟ ﴿وَاَقِيْمُوا﴾: فعل اَمر ہے ہر مخاطب کے لیے کہ تم نماز قائم کرو ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾؛ اور فعل اَمر عربی زبان میں وجوب کے لیے ہوتا ہے (فرض کے لیے ہوتا ہے)۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نماز فرض ہے اس کی دلیل ہے ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرۃ:43) ہے صحیح ہے ؟ ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ کیا ہے قرآن مجید کی آیت کا حصہ ہے کہ نہیں؟ لیکن دلالت ہے۔اس حصے میں نماز کے تعلق سے کوئی بات ہو رہی ہے؟ نہیں ہے نا۔ تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ صحة الدلالة على الحكم نہیں ہے، کہ حکم جب ہم بیان کر رہے ہیں کہ نماز فرض ہے اس کی دلالت اس آیت میں موجود ہو تب مانا جائے گا کہ یہ آیت دلیل ہے اس حکم کی (واضح ہے؟)۔ تو قرآن مجید کے تعلق سے ایک چیز دیکھتے ہیں صرف کیا دیکھتے ہیں؟ کہ کیا یہ آیت اس حکم پر دلالت کرتی ہے کہ نہیں ہے، اس آیت میں اس حکم کے تعلق سے کوئی پیغام ہے کہ نہیں ہے، اور کیا یہ پیغام اس حکم کے مطابق ہے کہ نہیں ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور جو سنت میں دیکھتا ہے اس کو دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے:

(۱) کیا یہ سنت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت صحیح ہے یا نہیں ہے۔

(۲) اور دوسری چیز کون سی ہونی چاہیے؟ کیا یہ حدیث یا یہ سنت جو ہے اس حکم پر دلالت کرتی ہے کہ نہیں کرتی ہے جیسے قرآن مجید کے تعلق سے میں نے بیان کیا ہے۔

قرآن مجید کے تعلق سے ہم سند کیوں نہیں دیکھتے؟ کیونکہ متواتر ہے، اور جو چیز متواتر ہو جائے وہ یقینی ہو جاتی ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔اس لیے قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لیا ہے، اور تواتر سے قرآن مجید کئی صدیوں سے یعنی یوم اوّل سے لے کر جب سے وحی نازل ہوئی ہے آج تک، اور تا قیامت رہے گا کیونکہ قرآن مجید تواتر سے موجود ہے اور قرآن مجید کی ہر آیت ہر جو لفظ ہے ہر حرف جو ہے وہ حق ہے اور سچ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے

۔

لیکن جو سنت یا احادیث اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہیں وہ ساری کی ساری متواتر نہیں ہیں اس لیے یہاں پر شک کی نسبت کی صحت کہ کیا یہ فرمان کیا یہ قول، کیا یہ فعل، کیا یہ اقرار، کیا یہ وصف یقیناً اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ نہیں ہے یہ دیکھنا پڑے گا۔

اور اس پر پورا ایک علم قائم ہے "علم الحديث: علم الدراية وعلم الرواية": سند کو دیکھا اُس کی جانچ پڑتال کرنا، اُس کے راویوں کو دیکھنا کہ کیا یہ سارے ثقات ہیں کہ نہیں ہیں۔

اور ثقہ راوی کسے کہتے ہیں؟ جو عدل ہو، متقی وپرہیز گار ہو، جس کا تام الضبط ہو (یعنی حافظہ چوٹی کا ہو): جس راوی میں یہ دو چیزیں پائی جائیں وہ راوی ثقہ ہوتا ہے، اور ثقہ راوی کی جو دلیل ہوتی ہے یا جو روایت ہوتی ہے وہ صحیح مانی جاتی ہے۔

اور پوری سند میں ثقات رواۃ ہونے چاہیے، اگر راوی میں کوئی مجہول ہے، اگر کوئی راوی جو ہے اس کے حافظے میں کوئی خرابی ہے، یا وہ ثقہ نہیں ہے، یا وہ عدل نہیں ہے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔

یعنی عجب دیکھیں آپ! مجہول کسے کہتے ہیں؟ ایک راوی ہے جو عدل بھی ہے اُس کا حافظہ بھی ٹھیک ہے لیکن اُس سے کسی نے روایت نہیں کیا ہے اُس کے بارے میں کوئی جانتا نہیں ہے کہ اُس کا استاد، شاگرد کون ہے کس سے اُس نے روایت کی ہے، تو کہتے ہیں کہ یہ مجہول راوی ہے (یعنی اس کی جو حالت ہے اصل میں مجہول ہے نہیں جانتے ہم کون ہے یہ)۔

اچھا، راوی کا نام نہیں ہے، فلاں نے فلاں سے لیکن بندہ جو ہے اس کا نام نہیں جانتے ہم کون ہے تو ضعیف قرار دی جائے گی۔

تو اللہ تعالٰی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے بھی سند میں یہ لوگ ہیں، یعنی امام بخاری کی مثال دیکھ لیں آپ کہ مصنف سے لے کر اللہ تعالٰی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جو رواۃ ہیں، صحابہ سارے کے سارے ثقات ہیں؛ تو صحابہ کے علاوہ جتنے بھی راوی ہیں مصنف سے لے کر تابعی تک جو صحابی سے روایت کرتا ہے ان سب کو ثقات ہونا چاہیے ان سب کے بارے میں دیکھا جائے گا۔

اور ایک اور علم پھر قائم ہوا اس کی بنیاد پر "علم الجرح والتعدیل": (سبحان اللہ)۔

تو دیکھیں اس سنت کے ساتھ کتنے علوم جڑے ہوئے ہیں یہ سب کس لیے محنت کی جا رہی ہے؟ تا کہ اللہ تعالٰی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو محفوظ کیا جائے جو شریعت کا سورس (Source) اور ماخذ اور اساس کا دوسرا طریقہ ہے قرآن مجید کے ساتھ قرآن مجید کے بعد نمبر میں اور قرآن مجید کے ساتھ جو ہے وہ حیثیت میں۔

ہم یہ کیوں کہتے ہیں کہ سنت جو ہے وہ قرآن مجید کے برابر کی حیثیت رکھتی ہے حیثیت کے اعتبار سے؟ کیونکہ سنت وحی ہے ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴﴾ (النجم: 3-4): قرآن مجید وحی ہے سنت بھی وحی ہے بشرطیکہ یہ صحیح ثابت ہونی چاہیے کہ یہ واقعی سنت ہے اور لوگوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں گھڑا، یا لوگوں نے کچھ

اس میں شامل نہیں کیا، یا لوگوں نے کچھ کمی نہیں کی کچھ زیادتی نہیں کی۔ اور اس پر جیسے عرض کیا ہے پورا یہ جو علم الحدیث ہے اس میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں اور علماء نے اس علم پر زندگی وقف کر دی ہے۔

دیکھیں امام بخاری کو دیکھ لیں اور دیگر علماء اور محدثین کو دیکھ لیں اُن کی زندگی کیسے گزری ہے؟ اسی علم "علم الحدیث" اور حدیث کی حفاظت میں ساری زندگی گزری ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت جب صحیح ثابت ہو جائے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اس کی جو منزلت ہے اور حیثیت قرآن مجید کے برابر ہے۔ کس چیز میں؟ "في تصديق الخبر والعمل بالحكم": خبر ہے تو تصدیق کی جائے گی، اور حکم ہے تو اس پر تعمیل کی جائے گی، اور حکم کے دو حصے ہیں: یا تو اُمر ہو گا جس کی تعمیل کرنی چاہیے، یا نہی ہو گا جس سے اجتناب کرنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾إلي آخر الآية (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر (یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر) کتاب اور حکمت کو نازل فرمایا ہے) (النساء:113)۔

"کتاب" (قرآن مجید) اور "حکمت" (سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ مسند احمد، ابو داود، اور ترمذی میں اور ابن ماجہ میں روایت موجود ہے صحیح سند کے ساتھ اور علامہ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "میں تم میں سے کسی شخص کو ایسا نہ دیکھوں جو اپنے تخت پر بیٹھا ہو (یا گدی پر بیٹھا ہو) ٹیک لگا کر پھر میری طرف سے کوئی حکم پہنچے اور وہ یہ کہے کہ ہم تو نہیں جانتے، ہم تو صرف جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پائیں گے اس کی اتباع کریں گے"؛ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "یقیناً مجھے قرآن مجید اور اس جیسا دیا گیا ہے"۔

اُس جیسا کیا ہے؟ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور اس لیے جو صحیح قول ہے کہ قرآن مجید کو منسوخ کیا جاتا ہے سنت سے بشرطیکہ صحیح ثابت ہو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ یہ قول صحیح ہے، اور یہ جائز ہے عقلاً و شرعاً، لیکن اس کی کوئی مستقیم مثال نہیں ہے۔

کیا مطلب ہے اس جملے کا؟ قرآن مجید کی آیت کو دوسری آیت منسوخ کر دیتی ہے اور اس کی کئی مثالیں ہیں قرآن مجید میں: شراب پہلے حلال تھی پھر شراب حرام ہوئی ہے اس کی حرمت بتدریج آئی ہے۔

تو قرآن مجید کی ایک آیت کو دوسری آیت منسوخ کر دیتی ہے اور سنت بھی دوسری حدیث کو منسوخ کر دیتی ہے کیا قرآن مجید کی آیت کو حدیث منسوخ کر سکتی ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے: بعض کہتے ہیں کہ نہیں کر سکتی، اور بعض کہتے ہیں کہ کر سکتی ہے۔

تو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ولهذا كان القول الصحيح أن القرآن يُنسخ بالسنة" (اس میں جو صحیح قول ہے جو راجح قول ہے اس اختلافی مسئلے میں کہ قرآن مجید کو جو ہے وہ سنت منسوخ کر دیتی ہے) "إذا صحت عن النبي صلى الله عليه وسلم" ((إذا: شرطیہ ہے) بشر طیکہ اگر صحیح ثابت ہو جائے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) "وأن ذلك جائز عقلًا وشرعًا" (اور یہ جائز ہے عقلاً اور شرعاً)۔

وہ کیسے؟ شرعاً کیسے؟ جب حیثیت دونوں کی برابر ہے تو پھر کیوں منسوخ نہیں کر سکتی؟! جب قرآن کی آیت وحی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حدیث بھی وحی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو پھر کیوں نہیں منسوخ ہو سکتی ہے؟!

اچھا، عقلاً کیوں نہیں؟ جب ہم کہتے ہیں کہ دونوں کی حیثیت برابر ہے (حیثیت برابر ہے نمبر دوسرا ہے حدیث کا) تو جب ایک چیز شرعاً ثابت ہو گئی ہے تو عقل اس کی کیسے نفی کر سکتی ہے؟ تو عقلاً اور شرعاً جائز ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: لیکن اس کی کوئی مستقیم مثال نہیں ہے۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے، کوئی کہتا ہے یہ فرضی مسئلہ ہے کیونکہ اس کی مثال نہیں ہے، کچھ علماء کہتے ہیں کہ اس کی مثال ہے۔

اور شیخ علامہ محمد الأمین الشنقیطی رحمہ اللہ "صاحب أضواء البیان" کے مصنف جو ہیں جو شیخ ابن عثیمین کے بھی استاد ہیں وہ مثال بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں آیا ہے محرمات کون سی ہیں؟ ﴿الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ﴾ (البقرۃ:173): مردار جانور، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت جو ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ذبح کیا جائے (تو یہ چار چیزیں ہیں جو مخصوص کی گئی ہیں)۔

اور سنت میں کیا آیا ہے؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور ہے؟"الحُمُرِ الأهليّةِ": جو گھریلو گدھے ہیں۔

خیبر کے موقعے پر (جنگ خیبر کے موقعے پر) اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہے وہ حرام قرار دیا یہاں تک کہ کچھ صحابہ، یعنی جنگ کا موقع تھا اور پکا رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حکم یہ دیا اور یہ حدیث سنی تو جو پک رہا تھا سب کو ضائع کر دیا گرا دیا، اُن میں سے کسی نے کچھ کھایا نہیں ہے۔

تو اس سے وہ حکم جو ہے جو اس میں صرف تخصیص ہے ان چار چیزوں کی وہ حکم منسوخ ہو کر سنت سے اور چیزیں بھی شامل کی گئی ہیں جو حرام ہیں: تو علماء کہتے ہیں کہ یہ حکم جو ہے وہ صرف اور صرف اس میں آیا ہے ﴿إِنَّمَا﴾ تو جو حکم ہے منسوخ ہو گیا ہے، وہ باقی چیزیں تو رہی ہیں وہ چار چیزیں تو ہیں لیکن ﴿إِنَّمَا﴾ جو ہے جو صرف خصوصیت تھی اس کی نسخ ہو گئی کہ صرف یہ چیز نہیں ہے ان چیزوں کے علاوہ اور چیزیں بھی شامل ہیں۔

اسی لیے شیخ صاحب نے کیوں کہا ہے کہ مستقیم نہیں ہے؟ مثال مستقیم کیوں نہیں ہے؟ کیونکہ حکم تو موجود ہے یعنی وہ چیزیں تو موجود ہیں۔ نسخ میں تو ساری ختم ہو جاتیں نا؟! اس لیے میں نے کہا ہے کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کی مثال ہے اور یہ مثال ہے کہ حکم جو ہے "إنّما" سے ہے کہ صرف اور صرف یہ چیزیں حرام ہیں۔

یعنی اس کا کیا مطلب ہے؟ باقی سب کچھ حلال ہے۔

اور حدیث میں جو گدھے تھے (گھریلو گدھے) وہ بھی حرام کر دیئے گئے۔ قرآن کی آیت میں کیا دلالت ہے؟ ان چار کے علاوہ باقی حلال ہیں۔ یہ جو گدھے ہیں "الحُمُرِ الأهليّةِ" حلال تھے کیسے حرام ہوئے ہیں؟ اس آیت میں ہے؟ نہیں۔ حکم کہاں سے آیا ہے پھر آیت میں تو اس کو تخصیص کر دیا گیا ہے ﴿إِنَّمَا﴾ سے، یعنی اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہے؟ تو ﴿إِنَّمَا﴾ جو ہے نا یہ اس کا نسخ کیا گیا ہے اور باقی حکم جو ہے وہ چار چیزیں باقی رہیں اس کے ساتھ اور چیزیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔

الغرض، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سنت کے تعلق سے: "فَالسُّنَّةُ تُفَسِّرُ الْقُرْآنَ وَتُبَيِّنُهُ وَتَدُلُّ عَلَيْهِ وَتُعَبِّرُ عَنْهُ": یہ چار چیزیں ہیں، سنت کا تعلق قرآن مجید سے ان چار چیزوں پر قائم ہے: (۱) "تُفَسِّرُ الْقُرْآنَ" (سنت تفسیر کرتی ہے قرآن مجید کی)، سب سے بہترین تفسیر قرآن مجید کی قرآن مجید خود ہے یہ قاعدہ یاد رکھیں، قرآن مجید کی تفسیر کے

تعلق سے جب ہم بات کرتے ہیں اور تفسیر کا معنی ہے "معنی کی وضاحت "آسان لفظوں میں، تو سب سے عظیم اور سب سے بڑی تفسیر قرآن مجید کی قرآن مجید خود ہے۔(۲) پھر قرآن مجید کی تفسیر اللہ تعالٰی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے۔(۳) اُس کے بعد صحابہ کے اقوال اور سلف کے اقوال سے۔(۴) اُس کے بعد عربی لغت کے اعتبار سے۔

تو یہ چار چیزیں ہیں جن سے تفسیر قرآن بیان کی جاتی ہے۔

1- تفسیر قرآن یعنی جو معنی مراد ہے اس کی وضاحت کرنا جیسا کہ اب یہ چند مثالیں دیکھیں کہ سنت جو ہے وہ بہترین تفسیر ہے قرآن مجید کی، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے سورۃ یونس آیت نمبر 26 میں: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾: جن لوگوں نے احسان کیا ہے ﴿أَحْسَنُوا﴾: پرفیکٹ (Perfect) زندگی گزاری ہے اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری میں اسے احسان کہتے ہیں۔

"إحسان في عبادة الله ، والإحسان إلى خلق الله": ہمیشہ کے جب احسان کی بات آتی ہے تو دو چیزیں یاد رکھیں کہ صرف عبادت میں احسان کافی نہیں ہے، عبادت میں احسان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالٰی کے بندوں کے ساتھ بھی احسان کرنا ہے

۔

اگر آپ کے اخلاق بگڑے ہوئے ہیں، اگر آپ قطع رحمی کرتے ہیں، اگر آپ والدین کی نافرمانی کرتے ہیں اُن کے سامنے اُف تک بھی کہتے ہیں، اگرچہ آپ بڑے عبادت گزار ہیں تہجد گزار ہیں اور بڑا روزہ رکھنے والے ہیں، نوافل عبادت میں اللہ تعالٰی کا قرب حاصل کرنے والے ہیں تو آپ عبادت میں احسان کر رہے ہوں گے لیکن آپ حقیقت میں احسان کرنے والے نہیں ہیں کیونکہ دو چیزیں لازم اور ملزوم ہیں: (۱) اگر آپ واقعی اچھے عبادت گزار ہیں اور اللہ تعالٰی کی عبادت میں احسان کے درجے پر فائز ہیں (۲) تو یقیناً آپ کے اخلاق بھی ایسے ہونے چاہئیں، آپ کا کردار بھی ایسا ہونا چاہیے، آپ کی صلح رحمی آپ کی پہچان ہونی چاہیے، والدین کے ساتھ حسن سلوکی آپ کی پہچان ہونی چاہیے؛ پھر پتہ چلتا ہے۔

تو ﴿أَحْسَنُوا﴾ سے مراد کیا ہے؟ دو جملے ہیں: (۱) الإحسان في عبادة الله (۲) والإحسان إلى عباد الله: آسان ہیں نا؟

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى﴾ :اور﴿الْحُسْنٰى﴾ سے مراد جنت ہے،اسے حسنیٰ بھی کہا گیا ہے۔

﴿وَزِيَادَةٌ﴾: ﴿زِيَادَةٌ﴾ سے کیا مراد ہے ؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے﴿الْحُسْنٰى﴾ تو جنت ہے لیکن﴿زِيَادَةٌ﴾ سے مراد جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے: کہ قیامت کے دن مومن جو ہیں جنت میں جب حسنیٰ میں داخل ہوں گے (جنت میں داخل ہوں گے) تو جو زیادہ ہے حسنیٰ کے ساتھ وہ ہے اللہ تعالیٰ کا دیدار۔

دوسری مثال سورۃ الانفال آیت نمبر 60 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ إلي آخر الآية: اور تیار کرواُن کے لیے (یعنی مخالفین کے لیے کافروں کے لیے) ﴿مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾ استطاعت کے مطابق ﴿مِّنْ قُوَّةٍ﴾ قوت میں سے۔

﴿قُوَّةٍ﴾ سے کیا مراد ہے ؟ عام لفظوں میں طاقت ہے جو دشمن کے لیے آپ استعمال کرتے ہیں لیکن حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "ألا إنّ القوّة الرّمي ، ألا إنّ القوّة الرّمي" (کہ قوت سے مراد مارنا ہے): اور اس میں اس سے مراد تیراندازی ہے کہ تیراندازی جو ہے اس سے یہ مراد ہے۔

تو حدیث نے سنت نے تفسیر کی ہے اس لفظ کی ﴿قُوَّةٍ﴾ کی کیا صرف تیراندازی کی حد تک ہے یا ہر وہ چیز جو دور سے ماری جائے دشمن کو؟ اُس زمانے میں کیا چیز تھی؟ دیکھیں یا تو تلوار تھی، یا نیزہ تھا، اور یا تیر تھے نا۔ اور کیا تھا مارنے کے لیے لڑنے کے لیے؟ پتھر۔ تلوار کے سامنے پتھر کیا کرتا ہے؟ عام طور پر پتھر جو ہے وہ تب استعمال ہوتا ہے جب کوئی ہتھیار باقی نہیں رہتا۔ اب آپ کے پاس تیر بھی ہے پتھر بھی ہے کیا ماریں گے آپ؟ تیر ہی استعمال ہوگا نا، تو اس لیے پتھر اس میں عام طور پر آتا نہیں ہے، اور جب جنگ کی جاتی ہے تو پھر پوری تیاری کے ساتھ کی جاتی ہے پتھر جنگ میں نہیں لے جاتے، اس میں پوری تیاری کی جاتی ہے أعداء کے لیے (دشمن کے لیے)۔

اس لیے آیت میں کیا ہے؟ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ﴾: تیاری کر کے جاؤ اگر کرنی ہے جنگ تو، اگر اس کی استطاعت نہیں ہے تو پھر جنگ مت کرو۔ بات یہ نہیں ہے کہ مجھے جنت چاہیے، جنت ایسے نہیں ملتی کہ کود پڑو میدان جنگ میں، ایسے نہیں ہوتا! تیاری کر کے کی جاتی ہے۔

اور آپ دیکھ لیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام ہمیشہ جنگ کی تیاری کر کے جنگ کرتے تھے۔

اس میں پسٹل (Pistol) شامل ہے کہ نہیں دور سے مارا جاتا ہے؟ کلاشنکوف شامل ہے کہ نہیں؟ توپ شامل ہے کہ نہیں F-16؟ جہاز شامل ہے کہ نہیں؟ اب کہاں ہے قرآن مجید میں؟ کہاں ہے حدیث میں؟ حدیث میں ایک مطلق لفظ ہے عام ہے "الرَّمْيُ"۔ اُس زمانے میں رَمی کسے کہتے تھے؟ تیر اندازی کو کہتے تھے۔ آج کے دور میں کسے کہتے ہیں؟ ہر وہ چیز جو دشمن کو نقصان پہنچائے دور سے مار کر۔

میزائل اس میں شامل ہے کہ نہیں؟ سب سے بڑی پاور یہی سمجھی جاتی ہے نا آج (سبحان اللہ)! تو قرآن مجید میں کیا یہ بھی ہے کہ میزائل تیار کر کے رکھو؟ ہے قرآن مجید میں؟! نہیں ہے؟ یہی آیت ہے ﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾: اگر آپ کی استطاعت ہے میزائل ٹیکنالوجی بنانے کی تو بناؤ۔ کس نے کہا ہے کہ بناؤ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نہیں؟ ﴿أَعِدُّوا﴾: فعل اُمر ہے کہ نہیں؟ استطاعت ہے تو کرو دشمن کے خلاف۔

یہ تو تھی پہلی بات سنت کی قرآن مجید کے تعلق سے تفسیر، اس کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔

2- دوسری ہے: و "تبیّنہ": سنت قرآن مجید کو بہترین بیان کرتی ہے۔

تفسیر اور بیان میں کیا فرق ہے؟ تُفَسِّرُ اور تُبَيِّنُهُ میں کیا فرق ہے؟ تھوڑا سا فرق ہے، فرق یہ ہے کہ جو مجمل ہے جس کی مزید وضاحت کی ضرورت ہے اس کے لیے بیان کی جاتی ہے، اس کی تفصیل مزید اس سے کیا معنی مراد ہے وہ بیان کیا جاتا ہے۔

یعنی بعض ایسی آیات ہیں قرآن مجید میں جو مجمل ہیں جن میں ایکسٹرا انفارمیشن (Extra information) کی ضرورت ہے وہ کہاں سے ہمیں ملے گی؟ کہاں سے دیکھیں گے ہم؟ عقل استعمال کریں گے ہو سکتا ہے لیکن اُس کی نفی کی گئی ہے کیونکہ جب حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے قرآن اور سنت میں پھر عقل کو آگے نہیں کیا جاتا عقل کو پیچھے رکھا جاتا ہے سمجھنے کے لیے، صحیح سمجھ کر عمل کرنے کے لیے، تو یہ ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے کہ جو مجمل ہے قرآن مجید میں اس کی تفصیل حدیث میں آئی ہے سنت میں آئی ہے۔

اس کی مثال: ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾(البقرۃ:43): اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے نماز کی اقامت کا لیکن سوال ہے کہ نماز قائم کیسے کریں؟ دیکھیں صلّو نہیں ہے۔ صلّو کا کیا معنی ہے؟ نماز پڑھو۔ ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ (نماز قائم کرو)۔ ہمیں نماز پڑھنی ہے یا نماز قائم کرنی ہے؟ عقل کے اعتبار سے تو پڑھنی ہے، شرع کے اعتبار سے نماز قائم کرنی ہے۔

دونوں میں فرق ہونا چاہیے نا؟ کیا فرق ہے؟ صرف نماز پڑھنی ہے اپنی مرضی سے پڑھ لو، نماز پڑھ لی ہے۔ ایسا ہے نا؟! ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ (نماز قائم کرو)، آپ کی مرضی نہیں چلے گی میری مرضی نہیں چلے گی۔ کس کی مرضی سے پڑھو؟ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے پڑھو۔ نہیں تو قرآن مجید میں تو ہے نہیں کہ کیسے پڑھو ہے قرآن مجید میں؟ قرآن مجید میں ہے کہ آپ نے پہلے رفع الیدین کرنا ہے یا پہلے تکبیر پڑھنی ہے؟ پھر رکوع کرنا ہے پھر سَر اٹھانا ہے؟ پھر سجدہ کرنا ہے پھر بیٹھنا ہے؟ پھر سجدہ کرنا ہے پھر اٹھنا ہے؟ فجر کی دو رکعت ہے؟ ظہر کی چار رکعت ہے؟ عصر کی چار رکعت ہے؟ مغرب کی تین رکعت ہے؟ عشاء کی چار رکعت ہے؟ سنتیں بھی ہوتی ہیں کچھ فرض سے پہلے کچھ فرض کے بعد ہے یہ؟ قرآن مجید میں ہے؟

ایک دن میں پانچ نمازیں ہیں اس کی تفصیل ہے کہ کس نماز میں کیسا ہے؟ مجمل تو ہے (مجمل بتا رہا ہوں ہے) اشارے ہیں لیکن تفصیل اس ترتیب سے نماز ہے؟

پھر نماز کی ابتداء تکبیر سے ہوتی ہے اس کا اختتام سلام سے ہوتا ہے یہ قرآن مجید میں ہے؟

تو پھر ہم نماز جو پڑھتے ہیں وہ ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ پر عمل کرتے ہیں، یقیناً عمل کرتے ہیں۔ ہم نماز جو پڑھتے ہیں اپنی مرضی سے پڑھتے ہیں؟ فجر کی کتنی رکعت پڑھی نماز؟ دو۔ اپنی مرضی سے پڑھی ہے؟ اقامت الصلاۃ ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ ہوئی۔ لیکن اپنی مرضی سے ہوئی یا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی؟ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئی ہے، اقامت الصلاۃ ہوئی ہے۔

یہ کہاں سے ہمیں ملا ہے کہاں سے ہم نے سیکھا ہے کہ فجر کی دو رکعت ہم نے پڑھنی ہے؟ اس کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے۔ کہاں سے؟ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

تو یہاں پر سنت نے نماز میں بیان کیا ہے قرآن مجید کے اس لفظ کی مزید وضاحت کی ہے تفصیل بیان کی ہے ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾: کتنا چھوٹا جملہ ہے دو لفظ ہیں ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾: اور اس کی تفصیل دیکھیں "کتاب الصلاۃ" احادیث کی کتابوں میں جو سب سے بڑی کتاب اور سب سے بڑا چیپٹر (Chapter) سمجھا جاتا ہے تقریباً۔ پتہ ہے؟!

حدیث کی فقہ کی کتابوں میں اور حدیث کے فقہ کے باب میں دیکھیں "کتاب الصلاۃ" اور حدیث کی کتابوں میں بھی دیکھیں "کتاب الصلاۃ"، یہ ساری کتاب الصلاۃ کیا ہے؟ ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ کا کیا ہے؟ تفصیلی بیان ہے جس کو ایک لفظ میں شیخ صاحب نے فرمایا ہے و"تبیّنه" (بیان کرتی ہے)۔

اسی طریقے سے ﴿وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾ (البقرۃ:43): زکوۃ کے احکام اور مسائل پورا چیپٹر (Chapter) ہے حدیث کی کتابوں میں اور فقہ کی کتابوں میں۔ یہ کس قرآن مجید کے مجمل بیان کے تعلق سے تفصیل ہے؟ ﴿وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾: سبحان اللہ۔ دیکھا سنت کی اہمیت کتنی بڑی ہے!

اگر احادیث کو چھوڑ کر ہم نماز پڑھنا چاہیں (جیسا کہ یہ پرویزی لوگ کہتے ہیں منکرین حدیث) پڑھ سکتے ہیں؟ کیسے پڑھیں گے کوئی طریقہ ہے مجھے بتائیں؟ کوئی اور طریقہ ہے حدیث کے علاوہ نماز پڑھنے کا مجھے بتائیں؟ وہ کہتے ہیں "ہم قرآن مجید کے مطابق پڑھنا چاہتے ہیں": پڑھ کر دکھائیں پڑھ سکتے ہیں؟!

کوئی شخص ایک رکعت پڑھنا چاہتا ہے فجر کی کوئی دو پڑھنا چاہتا ہے، کوئی تین پڑھنا چاہتا ہے کوئی چار پڑھنا چاہتا ہے، کوئی بیٹھ کر پڑھنا چاہتا ہے کوئی کھڑے ہو کر پڑھنا چاہتا ہے، کوئی لیٹ کر پڑھنا چاہتا ہے، کوئی روک سکتا ہے اسے؟! وہ تو کہے گا ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ہو گیا میں نے کر لیا ہے۔

وہ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ (طٰہٰ:14) کہتا ہے کہ میں نے ذکر کر لیا ہے دل میں نماز پڑھ لی ہے کہے گا کہ نہیں کہہ سکتا؟! کہہ سکتا ہے۔ پھر؟!

تو ہم کیسے جڑ سکتے ہیں؟ سنت ہمیں جوڑتی ہے، اور یہی (سبحان اللہ) حکمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ بعض ایسے احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سنت کے حوالے کیا ہے کہ تم جاؤ سنت کی طرف کوئی اور راستہ تمہارے پاس نہیں ہے، اگر نہیں جاؤ گے تو پھر انتشار ہو گا تفرقہ ہو گا (کیونکہ ہر بندہ اپنی عقل استعمال کرے گا نا)۔

نماز تو پڑھنی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اتفاق ہے۔ پرویزی بھی نماز پڑھتے ہیں کہ نہیں پڑھتے؟ وہ بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن مزے کی بات ہے پڑھتے کیسے ہیں؟! فجر کی چار رکعت پڑھتے ہیں دو پڑھتے ہیں یا تین پڑھتے ہیں؟ کتنی پڑھتے ہیں؟ کسی نے کبھی دیکھا ہے کسی منکرین حدیث کو (کسی کو بھی جو منکرین حدیث ہے) فجر کی تین رکعتیں پڑھتے ہوئے؟ یا ایک پڑھتے ہوئے؟ یا چار پڑھتے ہوئے؟ دو پڑھتے ہیں نا۔ تو یقیناً اپنے فعل سے کیا ثابت کرتے ہیں؟ زبان سے انکار کرتے ہیں، اپنے فعل سے کوئی اور راستہ نہیں ہے اُن کو دو پڑھنی ہی پڑھے گی فجر کی نماز۔

زکوۃ کی مثال میں نے دی ہے اگر آپ حدیث کو نکال دیں زکوۃ دیں، مستحق کون ہے، کس مال میں زکوۃ ہے کس پر نہیں ہے، کتنی مقدار ہو گی، دے سکتے ہیں بتائیں مجھے؟! میں ارکان اسلام کی بات کر رہا ہوں ابھی دوسرے مسائل چھوڑ دیں آپ!

سب سے پہلا رکن کلمۂ شہادت کے بعد دوسرا رکن کیا ہے؟ نماز کا ہے۔ اب یہ طہارت کے مسائل ہیں اس کو بھی چھوڑ دیں وضو کیسے کریں گے آپ؟ حدیث نہیں ہے۔ سنت کو چھوڑیں وضو کر سکتے ہیں؟ (سبحان اللہ)۔

یعنی لوگوں نے زندگی وقف کر دی ہے اس علم کے لیے اور یہ عجیب سی مخلوق کہتی ہے (سبحان اللہ) کہ حدیث ہے ہی نہیں صرف قرآن پر عمل کرو!

اور حدیث میں ابھی کیا آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے کہ مجھے کیا دیا گیا ہے؟ قرآن اور اُس جیسی چیز۔ "اُس جیسی چیز" حیثیت دیکھی ہے سنت کی؟! (سبحان اللہ)۔

دوسری مثال دیکھیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الاسراء آیت نمبر 78 میں: ﴿أَقِمِ الصَّلَوٰةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ﴾ (الاسراء:78): سات الفاظ ہیں اس میں پانچوں نمازیں آگئی ہیں: ﴿لِدُلُوكِ الشَّمْسِ﴾: "يعني: من دلوك الشمس إلى غسق الليل": غسق کہتے ہیں رات کی ظلمت کو یعنی آدھی رات کو، کیونکہ غسق اس وقت کو کہتے ہیں جب شدید ظلمت اور تاریکی پھیل جائے، آیت کے ظاہر میں یوں لگتا ہے کہ ایک ہی وقت ہے یہ لیکن سنت نے اس آیت کو کھول کر بیان کیا ہے کہ نمازیں پانچ ہیں اسی آیت کی مزید وضاحت ہوئی ہے؛ یعنی سنت میں جو پانچ نمازیں ہیں وہ اس آیت کی تفصیل ہیں، مجمل بیان قرآن مجید کی اس آیت میں آیا ہے تفصیلی بیان میں نمازیں پانچ ہیں۔

وہ کیسے؟ ظہر جو ہے ظہر کی نماز: "من دلوك الشمس إلى أن يصير ظل كل شيء مثله": جب سورج نکلتا ہے یہاں تک کہ ہر چیز کا سایہ اُس کے برابر ہو جائے، ظہر کا وقت ہے؛ عصر کا اُس وقت سے لے کر جب تک کہ سورج جو ہے نا وہ پیلا ہو جاتا ہے، جب پیلا ہو جاتا ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ وقت اختیار ہے اور اس وقت سے لے کر جب سورج غروب ہو جاتا ہے یہ وقت الضرورۃ ہے۔

دو وقت ہیں عصر کے: یعنی عصر پہلے وقت میں پڑھ لی جائے، جب سورج پیلا ہو جائے اور آنکھوں کو یعنی چبھنا کم ہو جائے (آپ دیکھتے ہیں مغرب کی طرف تو آنکھوں کو سورج یعنی وہ نہیں چبھ رہا ہوتا) مطلب یہ ہے کہ اب وقت الضرورۃ جو ہے وہ باقی رہا ہے تو اس سے پہلے کہ سورج غروب ہونا شروع ہو جائے نماز کا وقت ختم ہو جائے گا قضاء ہو جائے گی تو پہلے اس وقت میں پڑھ لیں۔

"وللمغرب: من غروب الشمس إلى مغيب الشفق الأحمر": جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور مغرب کی طرف ایک سرخی پھیل جاتی ہے اُفق میں آسمان پر تو یہ شروع ہوتا ہے مغرب کا وقت۔

اور عشاء کا وقت جو ہے شفق الأحمر جو ہے سرخ جو رنگ تھا مغرب کی طرف جب وہ ختم ہو جاتا ہے وہاں سے لے کر "نصف الليل" آدھی رات تک۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عشاء کی نماز کا ضرورت کا وقت نہیں ہے، صرف ایک ہی وقت ہے وہ ہے مغرب کے وقت کے بعد سے لے کر آدھی رات تک۔

اور دوسرا قول علماء کا یہ ہے کہ یہ اختیار کا وقت ہے کہ مغرب سے لے کر آدھی رات تک، جو ضرورت کا وقت ہے وہ آدھی رات سے لے کر فجر کی نماز سے پہلے کا ہے؛ یہ قول بھی موجود ہے علماء کا اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اس قول کو ترجیح دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ آدھی رات کے بعد بھی عشاء کا وقت باقی رہتا ہے۔

ہاں، آپ بے شک پڑھ لیں وہ آپ کی نماز قضاء تصور کی جائے گی ادا تصور نہیں کی جائے گی۔

شیخ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے "کہ جب کوئی شخص کسی نماز سے سو جائے یا وہ بھول جائے تو جب اسے یاد آجائے یا جاگ آجائے تو فوراً پڑھ لے"؛ تو اس حدیث کی بنیاد پر آدھی رات کے بعد بھی آپ نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن کوئی عذر ہونا چاہیے۔

دونوں قول میں کیا فرق ہے ؟یعنی جس قول میں یہ ہے کہ فجر تک پڑھ سکتے ہیں،اس قول کے ظاہر سے یہ آتا ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی عذر شرعی بھی نہیں آپ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھ سکتے ہیں بے شک آپ رات کے دو بجے پڑھ لیں تین بجے پڑھ لیں کوئی مسئلہ نہیں ہے؛ لیکن جو پہلا قول ہے کہ یہ وقت جو ہے یہ وقت ضرورت کا نہیں ہے اور اصل وقت جو ہے وہ آدھی رات تک ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بعد میں پڑھیں گے آدھی رات کے بعد پڑھیں گے تو نماز قضاء ہو گی۔

الغرض، تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس میں اور ایک فقہی مسئلہ ہے، اگر حائضہ عورت پاک ہو جائے آدھی رات کے بعد کیا اس پر عشاء کی اور مغرب کی نماز فرض ہو گی کہ نہیں؟ جو کہتے ہیں کہ فجر سے پہلے تک کا وقت ہے تب تو پڑھے گی ،اور جو علماء کہتے ہیں کہ آدھی رات تک وقت ہے اُس پر تو فرض ہی نہیں ہے۔

دیکھا ہے کہ ایک مسئلے میں کتنے مسئلے آئے ہیں!

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: اُس پر واجب نہیں ہے کیونکہ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہوتا ہے اور وہ ختم ہو چکا ہے: ”ولم يأت في السنة دليل على أن وقت صلاة العشاء يمتد إلى طلوع الفجر“:اور سنت میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ عشاء کا وقت فجر تک رہتا ہے۔

اچھا، فجر کا وقت جو ہے وہ: ”من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس“۔

طلوع فجر اور طلوع شمس میں کیا فرق ہے؟ طلوع فجر اور طلوع شمس: فجر فجر کو کہتے ہیں، شمس سورج کو کہتے ہیں، تو طلوع فجر کا مطلب ہے جب سفیدی کا آغاز ہوتا ہے مشرق کی طرف۔ فجر کی آذان کب شروع ہوتی ہے ؟ فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے ؟ جب فجر کی آذان ہوتی ہے۔ ہمیں کیسے پتہ چلتا ہے ؟ ہم میں سے کون جاتا ہے جا کر اُفق میں دیکھے سفیدی ہے کہ نہیں؟

دیکھیں کتنی آسانی ہو گئی ہے (الحمدللہ)! فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ جب فجر کی آذان ہوتی ہے؟ مؤذن کو کب پتہ چلتا ہے فجر کا وقت ہے؟ کلینڈر سے۔ دیکھیں آسانی دیکھیں نا! کلینڈر دیکھتا ہے وقت کو دیکھ لیتا ہے۔

اور یہاں پر تو کسے ہے؟ جب مکہ کی آذان ختم ہوتی ہے جدہ میں شروع ہو جاتے ہیں وہ کلینڈر بھی نہیں دیکھتے نہ اس کو کبھی کسی نے دیکھا ہے!

مکہ والے کیسے پتہ چلتا ہے؟ دیکھیں اب سسٹم بڑا آسان ہو گیا ہے اُس زمانے میں کیا ہوتا تھا؟ جس زمانے میں یہ سسٹم نہیں تھا یہ ٹیکنالوجی نہیں تھی جو آذان دیتا تھا جس کو آذان کی ذمے داری سونپی گئی تھی وہ گھر سے نکلتا تھا اور مشرق کی طرف دیکھتا تھا روشنی شروع ہوئی کہ نہیں ہوئی۔

اور روشنی دو قسم کی ہوتی ہے: ایک ہے فجر کاذب، ایک ہے فجر صادق؛ اُس کی ذمے داری تھی کہ اُس نے دونوں میں تفریق کرنی ہے؛ جو فجر کاذب ہے وہ فجر کا وقت نہیں ہے (اگر اس وقت میں کوئی نماز پڑھ لے تو فجر کی نماز نہیں ہو گی وہ) تو فجر صادق کا انتظار کرتا تھا جب فجر صادق کی ابتداء ہوتی تھی تو پھر وہ آذان دیتا تھا۔

ہم میں سے کوئی دیکھ سکتا ہے کوئی جانتا ہے کہ فجر کاذب اور فجر صادق ہوتا کیا ہے؟! فرق کیا ہے جانتا ہے کوئی؟! نماز پڑھتے ہیں کہ نہیں پڑھتے؟ نماز فرض ہے کہ نہیں ہے؟ سب پڑھتے ہیں (الحمد للہ)۔ دیکھیں کتنی آسانی ہے ورنہ فرض کیا تھا ہمارے لیے؟ یا خود دیکھیں، یا اُس ذمے دار شخص کو دیکھیں جس پر ثقہ ہو بھروسہ ہو جو دیکھ کر آذان دیتا ہو۔

اور آج تو ایئر کنڈیشنز ہیں ورنہ مشکل سے سے آنکھ کھلتی ہے، اور آذان پر بس آنکھ کھلتی ہے اور جلدی سے (الحمد للہ) نماز پڑھ لیتے ہیں!

الغرض، جو فجر کاذب ہوتی ہے اس کی روشنی (مثال میں دیتا ہوں آسانی کے لیے) اوپر کی طرف جاتی ہے، لونگیٹیوڈنل (Longitudinal) ہوتی ہے (Perpendicular ہوتی ہے اوپر سے نیچے کی طرف)، اور جو فجر صادق ہوتی ہے اس کی روشنی اُفق میں پھیلی ہوتی ہے مشرق کی طرف۔

جو اوپر کی طرف روشنی ہے اس کو فجر کاذب کیوں کہتے ہیں؟ وہ فرضی روشنی ہوتی ہے وقتی طور پر ختم ہو جاتی ہے، اس کے بعد پھر وہ جو پھیلی ہوئی روشنی آتی ہے اس کا مطلب ہے کہ سورج آرہا ہے۔

جب سورج نکلتا ہے مشرق سے دیکھتے ہیں آپ ایک سفید سی لائن نظر آتی ہے دور سے، یہ سفید سی لائن جو ہے جو نظر آتی ہے مشرق کی طرف یہ فجر صادق ہے اسے کہتے ہیں "طلوع الفجر" آہستہ آہستہ یہ بڑھتی ہے ختم نہیں ہوتی، فجر کاذب آہستہ آہستہ کم ہوتی ہے۔ جو اوپر کی طرف روشنی جارہی ہوتی ہے نا جیسے جیسے وقت گزرتا ہے فجر کے قریب آتا ہے تو وہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ختم ہو جاتی ہے اور جو ٹرانسفرز یعنی سائیڈ ٹو سائیڈ (Side to Side) جو روشنی

ہے یہ پھیلنا شروع ہو جاتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ سورج نکلنا شروع ہو جاتا ہے، اس کے بڑھنے میں ایک گھنٹہ لگتا ہے تقریباً۔

اب آپ دیکھیں کہ فجر سے لے کر جب فجر کی آذان ہوتی ہے اور سورج طلوع تک کتنا وقت ہوتا ہے؟ تقریباً ایک گھنٹہ ہے، تو فجر صادق کی ابتداء دیکھی جاتی ہے، جب فجر صادق کی ابتداء ہو تو آذان کا وقت ہوتا ہے، جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

یہ ساری تفصیل میں نے بیان کی ہے ہمیں کہاں سے ملی ہے؟ سنت سے (احادیث سے)، قرآن مجید میں تو صرف یہ آیت ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ﴾، دُلوک الشمس سے لے کر غسق اللیل تک ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ حکم ہے نماز قائم کرنے کا؛ ان اوقات میں ﴿لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ سے لے کر ﴿غَسَقِ الَّيْلِ﴾ تک ظاہراً اس آیت کی بنیاد پر تو ایک ہی نماز بنتی ہے، لیکن تفصیل حدیث میں آئی ہے کہ پانچ نمازیں بنتی ہیں ایک نہیں۔

یعنی فجر کی ابتداء سے لے کر آدھی رات تک (دیکھیں غسق اللیل کہتے ہیں آدھی رات کو) جو نمازیں پڑھنی ہیں ان کی تفصیل ہمیں کہاں سے ملی ہے؟ سنت سے ملی ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾(البقرۃ:43) کی مثال بھی یہی ہے (جیسے میں ابھی بیان کر چکا ہوں) کہ جو نصاب ہے زکوۃ کے مال کا وہ سنت میں بیان ہوا ہے۔

3-و" تَدُلُّ عَلَيْهِ": دلالت کرتی ہے سنت قرآن مجید کی طرف اس لفظ میں یہ عام لفظ ہے جس میں تفسیر، تبیین، تعبیر، تینوں چیزیں شامل ہیں۔

4-پھر چوتھا لفظ: و"تُعَبِّرُ عَنْهُ": یعنی سنت نئے معنی لے کر آتی ہے اور نئے حکم لے کر آتی ہے جو قرآن مجید میں نہیں ہے۔

بعض ایسے احکام ہیں جو قرآن مجید میں نہیں ہیں صرف سنت میں موجود ہیں اور یہ قرآن مجید میں بہت یعنی اس کی مثالیں کئی ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں، بہت زیادہ مثالیں ہیں اور بہت سارے احکام شرعیہ جو ہیں سنت مستقل ہے ان احکام

شرعیہ میں جو قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں اُن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے ، لیکن بعض ایسی چیزیں ہیں جن کی دلالت کا حکم جو ہے قرآن مجید میں موجود ہے،مثال کے طور پر:

(۱)﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾(النساء:80):اطاعت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی،قرآن مجید میں بھی ہے اور سنت میں بھی ہے۔

(۲)اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾إلي آخر الآية(الحشر:7)۔

(۳)اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾(الاحزاب:36)۔

تو اس میں آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

(۱) کہ اطاعت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی فرض ہے،اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں ہے جب تک کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتے۔

(۲)جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو دیں آپ وہ لے لیں؛سیاق اور سباق فے کے احکام میں ہے لیکن صحابہ اور مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حکم عام ہے،اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو دی ہے،اس میں احکام شرعیہ بھی شامل ہیں۔

(۳)اور جو بھی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو یقیناً اُس نے کھلی گمراہی کی ہے اور وہ کھلا گمراہ ہے(نعوذ باللہ)۔

حکم معین جو ہے سنت مستقل ہے بہت سارے احکام میں اور اس میں سے جو بعض چیزیں ہیں جن کا ذکر ابھی اگلے درس میں بھی ہو گا جو اصل موضوع ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جب اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے تعلق سے آیات بیان کی ہیں دلائل بیان کیے ہیں اب چند احادیث کا بیان ہے جن میں مستقل الگ سے احکام ہیں جو قرآن مجید میں نہیں ہیں،اور اس کی مثال جیسا کہ حدیث میں آیا ہے "کہ ہمارا ربّ جو ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) نازل ہوتا ہے السماء الدنیا پر

(دنیا کے آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے) جب رات کا آخری پہر باقی رہتا ہے" إلي آخر الحديث: یہ آگے اگلے درس میں تفصیل آئے گی اس کی ان شاءاللہ۔

اب یہ اللہ تعالیٰ کا نازل ہونا جو ہے قرآن مجید میں ہے؟ نہیں ہے؛ "صفة النزول" یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے، اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے رات کے آخری پہر میں۔

یہ حکم ہمیں کہاں سے ملا ہے؟ متفق علیہ حدیث ہے، حدیث میں آیا ہے صحیح حدیث ہے اور اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نازل ہوتا ہے، اور "صفة النزول" اللہ تعالیٰ کی صفات الکمال میں سے ہے۔

اور آخر میں ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: "وَمَا وَصَفَ الرَّسُولُ بِهِ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الأَحَادِيثِ الصِّحاحِ الَّتِي تَلَقَّاها أَهْلُ المَعْرِفَةِ بالقَبُولِ، وَجَبَ الإيمانُ بِهَا كَذَلِكَ": جو بھی وصف اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربّ کا بیان کیا ہے صحیح احادیث میں جسے اہل معرفت نے قبول کیا ہے تو ان سب پر ایمان بھی واجب ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات پر ایمان واجب ہے۔

اگلے درس میں ان شاءاللہ یہاں سے درس کا آغاز کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (062.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔
سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔